رضویات کے موضوع پر گراں قدر علمی

اور تحقیقی کام کرنے والے

تین مصری

دانشوروں

کے اعزاز میں ایک تاریخی تقریب

عربی تحریر: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

ترجمہ: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری



ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، سلور جوبلی کے موقع پر خصوصی اشاعت
1326ھ /2005ء

رضویات کے موضوع پر گراں قدر علمی اور تحقیقی کام کرنے والے

تین مصری دانشوروں

کے اعزاز میں ایک تاریخی تقریب

عربی تحریر: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

ترجمہ: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

رضا اکیڈمی۔ لاہور

سلسلہ کتب 233

نام کتاب: .... تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں تقریب

عربی تحریر: .... علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، برکاتی

اردو ترجمہ: .... ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

صفحات: 32

ناشر: .... رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

ہدیہ: .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی

مطبع: احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون 7357159

نوٹ

بیرون جات کے حضرات پندرہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔

اکاؤنٹ نمبر: 938/38 حبیب بینک برانچ وسن پورہ لاہور

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون: 7650440

لاہور نمبر ۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور صلاۃ وسلام ہو کائنات کی سب سے بہترین شخصیت ﷺ پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد: مجھے (محمد عبدالحکیم شرف قادری کو) سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کی رفاقت میں عالم اسلام کی قدیم ترین اور عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر شریف میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ اس عظیم یونیوسٹی کو صبح قیامت تک سلامت رکھے، اور اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنائے، ہم اس یونیوسٹی کے بارے میں ایسی اچھی خبریں سنتے تھے کہ ہمارے دل خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے، ہم نے الازہر شریف کی اسلامی رواداری، اعتدال پسندی، اور اس انتہا پسندی سے نفرت کے بارے میں بھی سنا تھا جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ کریم مسلمانوں کو اتحاد نصیب فرمائے، جامع مسجد الازہر اور یونیورسٹی میں خیر وبرکت عطا فرمائے۔

ہم مصر میں قیام کے دوران شیخ الازہر پروفیسر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کے خواہش مند تھے، جیسے کہ ہمیں الازہر شریف اور اس کے علماء کی زیارت کا اشتیاق بھی تھا، اس کے علاوہ ان تین مصری اساتذہ کی عزت افزائی بھی ہمارے پروگرام میں شامل تھی جنہوں نے برصغیر کے بہت بڑے صوفی شاعر امام احمد رضا خان قادری کے بارے میں علمی کام کئے تھے، حضرت مولانا اسلامی اور عربی علوم کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال ادبی صلاحیتوں کے مالک تھے، اس لئے آپ شاعر، فقیہ، محدث، دینی مصلح، اور بہت سی علمی کتب کے مؤلف کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

ہم ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو دل میں الازہر شریف کی زیارت کا شوق لئے مصر پہنچے، اس کے علاوہ ہم ان اہل بیت اور اولیائے کرام کے مزارات کی

زیارت کے بھی مشتاق تھے جن کے دم قدم سے سرزمین مصر نور کی برسات سے نہال ہوئی۔

ہمارے قاہرہ پہنچنے کی خبر قاہرہ کے ایک میگزین ''اللواء العربی (شمارہ نمبر ۱۴۵ بروز بدھ بتاریخ ۹۹/۹/۸) میں اس طرح شائع ہوئی: اس ہفتے سید وجاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ قاہرہ پہنچے، یہ پاکستانی وفد پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی، شیخ الازہر۔ اور ڈاکٹر نصر فرید واصل۔ مفتی مصر سے ملاقات کرے گا۔

اور ۵ جمادی الاخرہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۹۹ء کو ہمیں الامام الاکبر جناب شیخ الازہر سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، ہم نے انہیں پیکر اخلاق عالم پایا، ان کی طبعیت میں علماء کی روایتی سادگی ہے، ہماری ان سے ملاقات تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہی، ملاقات کے آغاز میں ہم نے انہیں الازھر شریف کے بارے میں پاکستانی عوام کے نیک جذبات پہنچائے اور انہیں بتایا کہ اہل پاکستان دوبارہ ان کی زیارت کے مشتاق ہیں، کیونکہ وہ اس عظیم یونیورسٹی اور اس کے عظیم شیخ کو بڑی محبت اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس عظیم دانشگاہ کو اپنی حفاظت میں رکھے، الازہر شریف کا پوری امت اسلامیہ پر بڑا احسان ہے، اس احسان کا جب بھی ذکر ہوگا الازہر کا شکریہ ادا کیا جائے گا، کیونکہ یہاں عالم اسلام کے نوجوان تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں، اور ان کے دلوں میں علم اور میانہ روی کی محبت پیدا کی جاتی ہے۔

ہم نے جناب شیخ الازہر صاحب کو امام احمد رضا خاں بریلوی کی بعض عربی تالیفات پیش کیں، اور بعض کتابیں امام اہلسنت کی زندگی کے بارے میں بھی پیش کیں، اسی طرح ہم نے ان سے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز قاھرہ میں تین مصری اساتذہ کے اعزاز میں پروگرام منعقد کرنے کی اجازت چاہی تو شیخ الازہر صاحب نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور بشرط فرصت شرکت کا بھی وعدہ فرمایا، اسی طرح ہم نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، اور جامعہ امجدیہ کراچی کے لئے ازہری اساتذہ دیئے جائیں تو انہوں نے اسی وقت ان دونوں درخواستوں پر بھی دستخط ثبت فرمائے،

اور ملاقات کے آخر میں ہمیں ڈھیر ساری کتابیں عنایت فرمائیں، ان میں ڈاکٹر صاحب کی اپنی تفسیر بھی شامل تھی، اس طرح ہم شیخ الازہر صاحب کے عظیم الشان دفتر سے واپس آئے اور ہمارے دلوں میں الازہر شریف، اس کے شیخ اور اس کے علماء کی محبت میں اضافہ ہو چکا تھا۔

ہماری اس ملاقات کی خبر ماہنامہ الازہر (رجب ۱۴۲۰ھ اکتوبر ۱۹۹۹ء) میں اس طرح طبع ہوئی: جناب شیخ الازہر نے اپنے دفتر میں سید وجاہت رسول قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ اور ان کے ہمراہ آنے والے وفد سے بروز بدھ ۵ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹۹۹/۹/۱۵ ملاقات کی، ڈاکٹر صاحب نے معزز مہمانوں کو الازہر شریف میں خوش آمدید کہا اور معزز مہمانوں نے بھی ڈاکٹر صاحب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا اور الازہر شریف کی زیارت کے حوالے سے انتہائی خوشی کا اظہار کیا، کیونکہ ان کے اور پاکستانی عوام کے دلوں میں الازہر شریف کی بڑی قدر ومنزلت ہے، اور یہی وہ شیریں چشمہ ہے جہاں سے وہ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں، چونکہ جامعہ نظامیہ رضویہ کو الازہر کے معہد القراءات (تجوید اور قراءت کی تعلیم کے لئے قائم کردہ ادارہ) کی طرز پر ایک ادارے کی ضرورت ہے، اور اسی طرح انہیں قرآنی علوم کے ماہرین کی ضرورت ہے، اس لئے ہمیں اساتذہ دیے جائیں اسی طرح انہوں شیخ الازہر کو لاہور میں منعقد ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دی''

ہم نے مصر کے مفتی ڈاکٹر نصر فرید واصل صاحب سے ملاقات کی بھی کوشش کی لیکن ان سے ملاقات نہ ہوسکی، ہمیں بڑی مسرت ہوتی اگر ان کے ساتھ چند گھڑیاں بھی بیٹھتے۔

ہم نے جامعہ الازہر کی فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبۂ اردو کا بھی دورہ کیا جہاں ڈاکٹر حازم محمد اردو پڑھاتے ہیں، انہوں نے ہی امام احمد رضا خاں کا عربی دیوان ''بساتین الغفران ''مرتب کیا اور سلام رضا کا اردو سے عربی نثر میں ترجمہ کیا، پھر پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے اس نثری ترجمے کو عربی شعروں میں ڈھالا، اسی طرح

ڈاکٹر حازم صاحب نے امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک کتاب شائع کی: ''مولانا احمد رضا خان کی رحلت پر اسّی (80) ہجری سال گذرنے کے حوالے سے یادگاری کتاب "الكتاب التذكاری مولانا احمد رضا بمناسبة مرور ثمانين عاما هجريا على رحيله"

اس طرح ہم نے جامعہ ازہر کے فیکلٹی آف ہیومینیٹیز (برائے طالبات) میں قائم شعبہ اردو کا بھی مختصر سا دورہ کیا۔

اسی طرح ہم عین شمس یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لٹریچر (كلية الآداب) میں قائم شعبہ فارسی میں فارسی کے مصری اساتذہ سے بھی ملے، ہم عرب دنیا کی سب سے بڑی لائبریری ''دار الكتب المصريه'' میں بھی گئے اور اس کے کئی ہال دیکھے۔

ہمیں قاہرہ اور اسکندریہ میں اہل بیت کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ہم جہاں بھی گئے گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا گیا، بطور مثال ہم پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری کا وہ استقبالیہ مضمون ذکر کرنا چاہیں گے جو ڈاکٹر حازم محمد صاحب کی کتاب ''الكتاب التذكاری مولانا احمد رضا خان بمناسبة مرور ثمانين عاما هجريا على رحيله'' میں شائع ہوا، استقبالیہ مضمون درج ذیل ہے:

ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں پاکستان سے دو جلیل القدر عالم مصر تشریف لا رہے ہیں، سید وجاہت رسول قادری- صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری- شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور- شیخ الازہر، مصری علماء اور ادیبوں سے ملاقات کریں گے۔

بلاشبہ ان دو عالموں کی مصر میں آمد بڑی معنی خیز ہے، دونوں پاکستان کے عظیم عالم دین ہیں اور ان کا مصری علما، دین اور ادیبوں سے ملنا پاکستان اور مصری علماء کے گہرے تعلق کا آئینہ دار ہے۔

ان دونوں مہمانوں کی آمد پاکستان اور مصر کے درمیان دین اور علم کے ناطے محبت اور اخوت پر دلالت کرتی ہے، یہ دونوں مہمان مصر میں بعض علمائے دین اور ادیبوں سے ملیں گے، ہمارے سچے دین نے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کے مسلمانوں کے دلوں اور عقول کو ایک پیغام پر جمع کر دیا ہے، یہ دونوں اس حقیقت کی طرف رہنمائی کریں گے جو دین اور علم کے لئے یکساں سودمند ہوگی۔

ہم ان دونوں کی دینداری اور علم کے باعث ان پر نازاں ہیں، اور انہیں مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں، ان کا مصر میں آنا اتحاد بین المسلمین کی واضح دلیل ہے، کیونکہ ایمان ہی انہیں ایک ملک (مصر) میں اور ایک پیغام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ملا رہا ہے۔

بلاشبہ یہ اسلامی وحدت کی حقیقت ہے اور اسلامی دین اس وحدت کا موجد ہے، اور یہ وحدت کا واضح اور مضبوط مظہر ہے۔

ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں، اور ہم ان کے میزبان ہیں، اور ان کی آمد کے تہہ دل سے قدر دان ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ ان دونوں جیسے علماء کی تعداد کثیر فرمائے، یہ دونوں اسلامی عزت کے علمبردار ہیں، ہم اسلام پر فخر کرتے ہیں اور ان سے محبت اسلام کے باعث ہے، اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ ان دونوں کی مصر میں آمد ہمارے اور مصر کے لئے بھلائی کا راستہ کھلنے کا سبب ہو، اور یہ راستہ ان دونوں کے علاوہ اور پاکستانی علماء کے لئے بھی ہمیشہ کھلا رہے۔

ہم ان دونوں کو خوش آمدید کہتے ہیں، دونوں ایمان میں ہمارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ ایک لمبے فراق کے بعد اگلی فرقت کو دور فرمائے، اور اللہ تعالیٰ کرے کہ مصر میں ان کے بھائی ان کی پرخلوص ملاقات سے شاد کام ہوں''

ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے استقبالیہ کلمات کے بعد اب ہم الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لینگوئجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو میں اردو زبان و ادب کے مصری استاذ ڈاکٹر حازم محمد کے استقبالیہ کلمات کا ذکر کرتے ہیں، انہوں نے لکھا پاکستان سے

معروف علماء دین کا مصر میں آنا مصر اور پاکستان کے درمیان اسلامی ہم آہنگی کا مظہر ہے، ان کی آمد ازہر شریف زیارت اور شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کی خواہش ،ان لوگوں کی مصر سے محبت پر دلالت کرتی ہے، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ 7 ستمبر 1999ء میں پاکستان سے دو ممتاز اسلامی شخصیات قاہرہ پہنچ رہی ہیں جن میں سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ) شامل ہیں، یہ دونوں حضرات کچھ دن مصر میں قیام کریں گے، اس دوران شیخ الازہر، مفتي الجمهورية (مفتیء مصر) نقيب السادة الأشراف (مصر میں سادات تنظیم کے سربراہ) شیخ المشائخ (مصر میں سلاسل طریقت کی تنظیم کے سربراہ) اور دیگر دینی و ادبی شخصیات سے ملاقات کریں گے۔

علاوہ ازیں ازہر یونیورسٹی اور عین شمس یونیورسٹی کے اساتذہ اور اردو زبان و ادب کے طلبہ سے ملاقات کریں گے، جبکہ قاہرہ اور دوسرے شہروں میں واقع سیاحی مقامات اور دینی آثار کا مشاہدہ بھی کریں گے، ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں:

علامہ سید وجاہت رسول قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے دوسرے صدر ہیں وہ انتہائی با اخلاق اور متین شخصیت کے مالک ہیں، ان کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے کام میں عالمی سطح پر نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں، انہوں نے کئی کتابوں کا عربی سے اردو اور فارسی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے، وہ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کی مشہور درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں، عربی اور فارسی میں تقریر و تحریر کا تجربہ رکھتے ہیں، ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں"

اور اس طرح ہم اس سفر سے لطف اندوز ہوئے، یہ سفر علمی اور روحانی اعتبار سے انتہائی مفید اور خوش کن تھا، یہ ایام بھلائے نہیں جا سکتے، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ الازہر یونیورسٹی کو ہمیشہ علماء اور طلبہ کے ساتھ آباد رکھے، نیز اسلام اور مسلمانوں کے لئے

اس کی حفاظت فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ الازہر شریف میں حاضر ہونے سے محروم نہ رکھے۔(1)

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اسلامی جمہوریہ پاکستان

---

(1) اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم الحروف مورخہ 11 فروری 2004ء کو دوبارہ الازہر کے ملک مصر میں پہنچا جہاں اگلے دن فیکلٹی آف اسلام اینڈ عربک سٹڈیز قاہرہ میں پی ایچ ڈی کے عزیزم ممتاز احمد سدیدی کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا مناقشہ ہونا تھا اور اگلے دن راقم الحروف مناقشے کی اس تقریب میں حاضر تھا اور میرے لئے یہ امر مسرت اور شادکامی کا باعث تھا، اس سفر اور مناقشے کی تفصیل ان شاء اللہ الگ ایک مضمون کی شکل میں تحریر کی جائے گی، الحمد للہ چار افراد پر مشتمل مناقش کمیٹی نے تقریبا تین گھنٹے تک مقالے کا مناقشہ کر کے مقالہ نگار کو مرتبہ الشرف الأولى کے ساتھ عربی ادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری کرنے کا اعلان کیا، وہ لمحات میرے لئے حضرت علامہ محمد فضل حق خیرآبادی کے ایک خوشہ چیں اور محب کی حیثیت سے بڑے ہی تاریخی تھے، علاوہ ازیں ایک باپ کی حیثیت سے میری جبین نیاز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجا لا رہی تھی۔ الحمد لله والشكر له محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا خان کی زندگی کے چند تابناک پہلوؤں کو اجاگر کرنے والا یہ پروگرام اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام تھا، اس میں امام احمد رضا خان کی شخصیت، فکر، اصلاحی کوششوں اور ان کی دینی وادبی کارناموں پر تحقیق کرنے والے تین اساتذہ کی عزت افزائی بھی شامل تھی۔

الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لا (قاھرہ) نے ۱۹۹۸ء میں پاکستانی مقالہ نگار جناب مشتاق احمد شاہ کو انکے مقالے "الإمام احمد رضا خان واثرہ في الفقه الحنفي" کے مناقشے کے بعد فقہ میں ایم فل کی ڈگری جاری کی، فاضل مقالہ نگار نے ڈاکٹر عبد الفتاح محمد النجار کی نگرانی میں مقالہ مکمل کیا، پھر الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز (برائے طلب) قاہرہ نے ہمارے سعادتمند بیٹے ممتاز احمد سدیدی کو "الشيخ أحمد رضا خان البريلوي الهندي شاعرا عربيا" کے عنوان سے مقالہ لکھنے پر علمی مناقشہ کے بعد عربی ادب اور تنقید میں ایم فل کی ڈگری جاری کی، اس مقالے کی نگرانی کے فرائض ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے سرانجام دیے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو امام احمد رضا خان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، وہ واقعی برصغیر میں اسلام کی نامور شخصیات میں سے تھے۔

تین مصری اساتذہ کے اعزاز میں شیخ الازہر مدظلہ کی اجازت سے مورخہ ۲ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۹۹ء کو پروگرام منعقد ہوا پروگرام میں پاکستانی سفارتخانے سے بعض شخصیات نے شرکت کی، اس کے علاوہ مصری، ہندوستانی، بنگلہ دیشی اور پاکستانی طلبہ نے بھی پروگرام میں شرکت کی، محفل کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا، قاری فیاض الحسن صاحب نے تلاوت کی، پھر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس صاحب نے نقابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے کہا: ہم نے محفل کے آغاز میں خوبصورت تلاوت کلام پاک سنی، ہم اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اس اجتماع کو اچھا اور بابرکت بنائے، ہم اس ملاقات کے آغاز میں سب مہمانوں کو علیحدہ علیحدہ خوش آمدید کہتے ہیں، اور اسے بھی جو آنا چاہتا تھا، لیکن کسی مجبوری سے نہیں آسکا، ہم سب کو اھلاً وسھلاً کہتے ہیں، شہر قاہرہ ہمیشہ جستجو والوں کا کعبہ رہے گا، اور

الازہر شریف عالم اسلام کے جوانوں کے لئے اپنے بازو پھیلائے رکھے گا، تا کہ وہ یہاں آکر علم حاصل کریں، اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب پڑھیں اور قرآن کی زبان سیکھیں، اور اپنے علم کے ذریعے قرآن پاک، سنت نبوی اور اپنے دین کا مختلف فنون میں مقالات وغیرہ کے ذریعے دفاع کریں، ہم سب کو مرحبا کہتے ہیں، ہم جب آپ کیلئے بازوؤں سے پہلے دل کھولتے ہیں تو، بے اختیار کہتے ہیں: اے اللہ الازہر شریف کا ہمیشہ چہ چار رکھنا، یہ اسلام کا ایک قلعہ ہے، اور ہم اس سے یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ الازہر شریف کو سازشی لوگوں سے محفوظ رکھنا، بے شک وہ بہت سننے والا، قریب، دعا کو قبول فرمانے والا اور دو عالم کا پالنے والا ہے۔

ہماری فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی ہے کہ اسے اپنے ارادے سے دین کی حفاظت کا ایک ذریعہ بنایا، کیونکہ یہ فیکلٹی الازہر کے متعدد قلعوں میں سے ایک ایسا قلعہ ہے جو الازہر کو اس کے فرائض کی ادائیگی میں مدد دیتا ہے، اور الازہر کے قلعوں میں سے ایک وہ طالب علم بھی ہے جو فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز کے شعبہ عربی زبان وادب سے وابستہ ہوا تا کہ وہ ادب اور شعر کی پنہائیوں میں غوطہ زن ہو، یہ ادب اور شعر کسی عرب کا نہیں بلکہ ایک غیر عرب کا تھا جس نے عجمی ہوتے ہوئے روانی سے عربی بولی اور اس خوبصورتی سے عربی شاعری کی کہ مذکورہ مقالہ نگار اس غیر عربی شاعر کی عربی شاعری کو اپنے مقالے کا موضوع بنانے اور اپنے اس مقالے کی بناء پر عربی ادب اور تنقید نگاری میں ایم فل کی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

میں اپنے ہم منصب اساتذہ کو اھلاً و سھلاً کہتا ہوں جنہوں نے اپنی تشریف آوری سے ہماری عزت افزائی کی، اور ان اساتذہ کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں جن کی ہم گفتگو سنیں گے، ہماری بڑی خواہش تھی کہ اس فیکلٹی کی زینت ڈاکٹر محمد السعدی فرھود بھی ہمارے درمیان ہوتے لیکن وہ سفر پر ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں خیر وعافیت اور صحت کے ساتھ واپس لائے، لیکن وہ ہمارے درمیان اس فیکلٹی کی شان ڈاکٹر فوزی عبدربہ کو چھوڑ گئے ہیں تا کہ ہم ان کی اچھی گفتگو سے لطف اندوز ہوں، میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ تشریف لائیں اور ہمیں اپنی قیمتی گفتگو سے سرفراز کریں، اس کے بعد ڈاکٹر فوزی صاحب نے درج ذیل گفتگو فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں، اور صلاۃ وسلام ہو سب رسولوں سے افضل ذات اور دو جہانوں کے لئے سراپا رحمت ہستی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر اور ان کی آل اور صحابہ پر، اور روز قیامت تک ان لوگوں پر جنھوں نے آپ کی دعوت کو عام کیا اور سنت کو مضبوطی سے تھاما۔

حمد وصلاۃ کے بعد: میرے لئے بہت سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ یہ پروگرام علم وادب اور محیط سے خلیج تک پھیلے ہوئے اسلامی معاشرے کی نامور شخصیات میں سے تین منتخب شخصیات کے اعزاز میں منعقد ہے، سب سے پہلے پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب المصری، پھر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس، پھر ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ ہیں، ان حضرات نے معروف ہندوستانی شاعر مولانا احمد رضا خان کی شاعری (اور فکر) کے تابناک پہلو اجاگر کرنے کی کوششوں میں شرکت کی جو قابل ستائش ہے، ہماری فیکلٹی نے اس شاعر کے حوالے سے لکھے جانے والے مقالے "الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی شاعرا عربیا" کی بنیاد پر مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کو ایم فل کی ڈگری بھی عنایت کی، مقالے کے نگران ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس تھے، جبکہ اس کا مناقشہ تین افراد پر مشتمل کمیٹی نے کیا، ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس (نگران) ڈاکٹر محمد السعدی فرہود (اندرونی مناقش) ڈاکٹر القطب یوسف زید (بیرونی مناقش) فیکلٹی نے ممتاز احمد سدیدی کو ایم فل کی ڈگری ایکسیلینٹ گریڈ کے ساتھ عطا کی، اللہ تعالیٰ اس طالب علم کو برکتوں سے مالا مال فرمائے، اور اس کی کوششوں کو بروز قیامت اس کی نیکیوں میں شمار فرمائے۔

اس گفتگو کے آغاز میں میرے لئے بہت خوشی کی بات ہے کہ میں حاضرین کو خوش آمدید کہوں، بالخصوص پاکستانی ڈپلومیٹ شخصیات کو میں اس پروگرام میں خوش آمدید کہتا ہوں، اور میرے لئے یہ بھی انتہائی خوشی کی بات ہے کہ تین اساتذہ کی عزت افزائی کا یہ پروگرام فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز (برائے طلبا) قاہرہ میں ہو رہا ہے، اس فیکلٹی نے

الازہر شریف کی عزت وقار میں اضافہ کیا ہے، کیونکہ قریب تھا کہ تخصص اسلامی اور عربی علوم کے امتزاج کا خاتمہ کر دیتا، (باقی ڈپارٹمنٹ اور فیکلٹیاں صرف ایک تخصص میں محصور ہیں، مثلاً فیکلٹی آف عربیک، فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لا، فیکلٹی آف اصول الدین (حدیث تفسیر/عقیدہ) لیکن فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز میں باقی فیکلٹیوں کی بہ نسبت زیادہ تنوع ہے، اس میں شریعہ، اصول الدین اور عربی کے منتخب مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

الازہر شریف فاطمی دور حکومت میں قائم کیا گیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی اس دانشگاہ کا تسلسل ہو جس کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی تھی اور جہاں سے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی بن ابی طالب اور امت مسلمہ کی دیگر نامور شخصیات نے تعلیم حاصل کی، ہم ان شخصیات کے آج تک مرہون منت ہیں، الازہر شریف کا ایک حصہ عبادت کے لئے خاص ہے (مسجد الازھر) اور دوسرا وہ حصہ ہے جس کی طرف دنیا کے مختلف ممالک سے مسلمانوں کے دل کھنچتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا فہم اور نفع دینے والا علم حاصل کریں، اور جب یہ طلبہ علم سے اپنے سینے روشن کر لیتے ہیں تو اپنے اپنے وطن واپس جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین سکھاتے ہیں، یہ طلبہ اپنے اس عمل میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہوتے ہیں:

"وماكان المؤمنون لينفروكافة، فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون" (سورۂ توبہ ۹/ ۱۲۲)

اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام مسلمان نکل کھڑے ہوں تو ان کے ہر بڑے گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی تاکہ وہ اپنے دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کی طرف واپس آ کر انہیں ڈرائیں تاکہ وہ (گناہوں سے) بچتے رہیں۔

میں گفتگو کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن میں اختصار کے ساتھ اس بات کی

طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ عرب اور عربی ثقافت کا ہندوستان کے ساتھ (اور پاکستان بھی اسی سے ہے) قدیم تعلق ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے تک پہنچتا ہے، عرب ہندوستان میں تجارت کی غرض سے آئے اور اسی دوران عرب اور ہند میں ثقافتی تعلق بھی قائم ہوا، بہت سے عربوں نے ہندوستانیوں سے علم حاصل کیا، انہی لوگوں میں سے حارث بن حلزہ الثقفی بھی ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے طبیب کی حیثیت سے مشہور ہوا، اور جب اسلام کا سورج طلوع ہوا اور اس کا نور ظاہر ہوا تو لازمی امر تھا کہ اسلامی ثقافت اور فکر اس خطے (ہندوستان) کے دروازے پر دستک بھی دے، اس طرح اسلامی فکر اور ثقافت ہندوستان پر اثر انداز ہوئی، اور اس تاثیر کا آغاز اموی دور میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کے فتح ہونے سے ہوا، ہمیں معلوم ہوا کہ اسلامی فتح کے ساتھ ہی بہت سے عرب علماء اور ادیب سندھ آئے، ان میں سے ربیع بن صبیح البصری ہیں جو مشہور ترین محدث اور حدیث کے مشہور راویوں کی تدوین کرنے والے ہیں، اسی دور میں ہندوستان کے بہت سے علماء منظر عام پر آئے جنہوں نے اسلامی علوم میں گہرائی حاصل کی اور قرآن کریم کی زبان سیکھی، میں ان میں سے چند کا ذکر کروں گا، مثلاً ابو العطاء السندی، اور کتاب المغازی کے مؤلف ابو معشر جو فقیہ، عالم اور ادیب تھے، اور اسی طرح ابن الاعرابی جو عربی زبان وادب کی نمایاں شخصیات میں سے تھے۔

غزنوی دور میں بھی عربی زبان کو بڑی اہمیت حاصل رہی، اس وقت لاہور اسلامی تعلیم اور عربی زبان کی تدریس کا اہم مرکز بن گیا تھا، اور خاندان غلامان کے دور حکومت میں بھی لاہور اسلامی ثقافت اور عربی زبان کی تعلیم کا مرکز رہا، ہندوستان میں حکومتیں بدلتی رہیں حتی کہ ہندوستان سے دو اور ملک معرض وجود میں آئے، ایک پاکستان، اور دوسرا بنگلہ دیش، جیسے جیسے حکومتیں اور سیاسی نظام بدلے ویسے ہی علم وادب اور عربی زبان کی تعلیم کی تحریکیں بھی برپا ہوئیں، یہاں میں صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا کہ صرف پاکستان میں تین ہزار جامعات اور مدارس دینی تعلیم اور عربی زبان کو تدریس کے لئے خاص ہیں، جبکہ چودہ سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں جہاں اعلیٰ سطح پر عربی زبان کی تدریس کا انتظام

موجود ہے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مرحلے موجود ہیں، انہی یونیورسٹیوں میں سے انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی بھی ہے جو اسلام آباد پاکستان میں ہے۔

عصر حاضر میں پاکستان اور ہندوستان کی بہت سی نامور شخصیات عربی ادب اور شعر کی دنیا میں ظاہر ہوئی ہیں ہم ان کی عربی شاعری کا عرب کے عظیم شعراء کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو عربی زبان پر مہارت اور دسترس کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ملتا، مثلاً سید سلمان ندوی جو ہندوستان کے عربی شعراء میں سے ہیں، اور مولانا اصغر علی روحی جو پاکستان کے عربی شاعر ہیں، اسی طرح رحمت علی خان اور مفتی محمد شفیع اور مفتی جمیل احمد تھانوی، اور ڈاکٹر ضیاالحق صوفی اور دیگر بہت سے شعراء ہیں، جو نہ صرف پاکستان بلکہ جنوب مشرق ایشیاء میں ادبی اور لغوی تحریک پر اثر انداز ہوئے۔

آج فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز (برائے طلباء) قاہرہ کو یہ اعزاز میسر آیا ہے کہ اس میں یہ پاکیزہ محفل منعقد ہے جس میں علماء اور ادباء برصغیر کے اسلامی شاعر مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد جمع ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے اس شاعر کو دین، عقیدہ، اور قرآنی زبان کے لئے تمام خدمات پر جزائے خیر عطا فرمائے، اور ان علماء اور مفکرین کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس شاعر کی شاعری کے تابندہ رخ بے نقاب کئے، میں اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ ان سب حضرات کی خدمات کو ان کی نیکیوں میں شمار فرمائے، اور صلاۃ سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر، ان کی آل اور اصحاب پر، میں دوبارہ آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں، آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت اور برکت نازل ہو۔

اس قیمتی گفتگو کے بعد ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس نے ڈاکٹر فوزی کی تاریخی اور ادبی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ہم نے ایک پرمغز، جامع، اور بہت سے امور پر مشتمل گفتگو سنی ایک اچھی استقبالیہ گفتگو جو بہت سے اسماء پر مشتمل تھی، اور میرے خیال میں ڈاکٹر فوزی صاحب نے پورے پاکستان (کی عربی شاعری) پر گفتگو کی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم اپنے شاعر (امام) احمد رضا خان کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، انہوں نے پچپن علوم وفنون میں مہارت حاصل کی، شعر لکھا تو خوب لکھا، نثر لکھی تو موتی پروئے، اللہ تعالیٰ انہیں قرآن کی زبان اور عربی کے ادب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، اگر آپ ان کا شعر سنیں تو آپ چاہیں گے کہ آپ کسی شعر کو ان کا نام بنا دیں جیسے کہ ان کا ایک مصرع ہے:

فالصبر مفزعنا والله مرجعنا.(۱)

صبر ہماری جائے پناہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔

اس مصرع میں حکمت ودانائی کا عروج ہے، اور یہ بات اور بھی کئی جگہ موجود ہے، بالخصوص اس مبحث میں جسے طالب علم (ممتاز احمد سدیدی) نے حاصل قصیدہ کے عنوان سے لکھا ہے، اور یہ خصوصیت ہمارے شاعر کے بلند ذوق پر دلالت کرتی ہے، ہم اپنے شاعر کے بارے میں جو کچھ بھی کہیں لیکن ایک مجلس میں ہم اس کا حق ادا نہیں کر سکتے، لیکن ہم ابھی جن حضرات کی گفتگو سنیں گے وہ ایک سے زیادہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا مرتبہ ومقام ہے۔

اب ہم ایک بہت بڑی علمی شخصیت کی گفتگو سنیں گے، وہ ترییسٹھ کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی بعض کتابیں ضخیم ہیں اور بعض کتابیں مشرقی زبانوں کے درمیان مقارنہ پر مشتمل علمی تحقیقات ہیں، انہوں نے قابل قدر علمی کام کئے ہیں اس کے علاوہ کئی نسلوں کو علم کی روشنی سے آشنا کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

انہوں نے صرف علم پر اکتفا نہیں کیا (بلکہ ادب کی دنیا میں بھی نام پیدا کیا) ان کے ہاں نازک خیالی اور اعلیٰ ذوق ہے، ان کی تصنیفات میں سے صرف چھ تو عربی دیوان ہیں، ایسا شخص قابل احترام ہے، وہ کبھی شمع روشن کرتا ہے اور کبھی پروانہ لاتا ہے، اور کبھی گلاب کے پھول پر بلبل کے چہکنے پر کان دھرتا ہے۔ (یہ دو کتابوں کے نام ہیں، شمع اور پروانہ، گلاب اور بلبل) یہ دیوان شاعر کی نازک خیالی پر دلالت کرتے ہیں، میں اس مختصر مجلس میں ان کے

(۱) یہ مصرع حضرت ڈاکٹر صاحب کو بہت پسند آیا، ڈاکٹر صاحب فرما رہے تھے، کہ ہم مولانا احمد رضا کا نام لینے کی بجائے یوں بھی کہہ سکتے ہیں: "فالصبر مفزعنا والله مرجعنا" کا لکھنے والا شاعر

تعارف کا حق ادا نہیں کر سکتا، شاید میں ان کے علم، ذوق اور شعر کا اس وقت زیادہ ادراک کر سکوں جب وہ اس محفل کی مناسبت سے اپنے کچھ شعر سنائیں گے، اور پھر انگریزی میں گفتگو کریں گے تاکہ پاکستانی ایمبیسی کے لوگ اور پاکستانی حضرات ان کی گفتگو بخوبی سمجھ سکیں، میری گفتگو ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے حوالے سے تھی، ان سے گذارش ہے کہ وہ تشریف لائیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے اس تعارف اور ان کی ادبی خدمات کی ستائش کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے دونوں مہمانوں (سید وجاہت رسول قادری اور راقم الحروف) کو خوش آمدید کہا، انہوں نے بسم اللہ اور بارگاہ رسالت مآب میں صلاۃ وسلام پیش کرنے کے بعد کہا:

نحييكما باشتياق المحب — وننطق في الصمت عما بقلب
على قبلة إننا قد جمعنا — فبشرى لنا ثم حمدا الرب
على صدرنا شارة من ضياء — هي الشمس تبدو بشرق و غرب
مدى الدهر في دارة من سناها — فمن نال شمسا بمحو وحجب
بدين الهدى قد علت في سماها — وإيماننا جامع خير صحب

ہم آپ دونوں کو محبت بھرا اسلام پیش کرتے ہیں، اور دل کی بات خاموشی کی زبان میں کہتے ہیں، ہم ایک قبلہ پر جمع کئے گئے ہیں، ہمارے لئے بشارت اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، ہمارے سینے پر روشنی کا تمغہ ہے، ہم ہمیشہ نور کے ایک ہالے میں ہیں اور سورج کو کون ختم کر سکتا ہے اور کون چھپا سکتا ہے؟ یہ روشنی دین ہدایت کی بدولت ہے جو اپنے آسمان پر سربلند ہے اور ہمارا ایمان بہترین دوستوں کو جمع کرنے والا ہے۔

اس کے بعد انگریزی میں گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

محترم مہمانان گرامی! میں آپ کی وسیع الظرفی سے بہت متاثر ہوا ہوں، اور یہ بات میرے لئے اجنبی نہیں، میں نے کئی پاکستانی شہر دیکھے ہیں جیسے اسلام آباد، لاہور اور کراچی،

جہاں مسلمان بھائیوں نے بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا، اور اس محبت پر میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو ابل پڑے، تب سے اب تک میں نے پاکستان اور اس کی ثقافت کے بارے میں چودہ کتابیں لکھی ہیں، میں نے ان کتابوں میں علامہ محمد اقبال، مولانا الطاف حسین حالی، اور مولانا احمد رضا خاں کی حیات اور افکار پر روشنی ڈالی ہے، اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ آغاز ہے اور مجھے خوشی ہے کہ میرے شاگرد میرے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور آخر میں پاکستان کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار یہ کہتے ہوئے کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک پاکستان کا وفادار رہوں گا، میرے پاس ایسے کلمات نہیں ہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں، لیکن آپ حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری کی اس عمدہ گفتگو کے بعد ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے سید وجاہت رسول قادری کو یوں گفتگو کی دعوت دی: ہم نے ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کی گفتگو سنی، ہم ان اشعار اور پاکستانی حضرات کے لئے ان کی خصوصی گفتگو پر موصوف کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور اب ہمارے معزز مہمانوں کی باری ہے، ہم ڈاکٹر فوزی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بعض مہمانوں کا خصوصی ذکر کیا، لیکن ان مہمانوں میں سے دو شخص رہ گئے، ہم ان کا بھی ذکر کریں گے تاکہ انہیں گفتگو کا موقع دیا جائے، آج ہم نے جن مہمانوں کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے ان میں سے دو مہمان قابل ذکر ہیں، پہلے مہمان سید وجاہت رسول قادری، اور دوسرے فاضل عالم مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری ہیں، جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں، ہم سب کو خوش آمدید کہتے ہیں، اگر ہم تمام پاکستانی حاضرین کے نام جانتے ہوتے تو سب کا ذکر کرتے، لیکن ہم تمام پاکستانیوں کو سلام پیش کرتے ہیں، پاکستان وہ ملک ہے جو لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا پرچم لے کر دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوا، اور مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دو قومی نظریہ کی حمایت کی، وہ اور بھی صاحب سیاسی، و غیر سیاسی نظریات کے مالک تھے، صرف شاعری نے ہی آپ کو اپنی طرف نہیں کھینچا بلکہ مختلف علوم و فنون نے آپ کو اپنی

طرف ملتفت کیا، عجیب بات یہ ہے کہ مولانا کسی بھی علم میں گفتگو کریں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ وہ اس علم میں تخصص کئے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی وسیع رحمت سے نوازے اور انہیں ان سے محبت کرنے والے تمام قارئین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، اب ہم سید وجاہت رسول قادری صاحب کی گفتگو سنیں گے، وہ تشریف لائیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

اس خوبصورت تمہید کے بعد سید وجاہت رسول قادری تشریف لائے اور انہوں نے درج ذیل گفتگو کی: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور انتہائی رحمت والا ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے، اور جس نے انسانوں اور جنات کی ھدایت کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے، صلاۃ سلام ہو سب انبیا، اور رسولوں کے سردار اور ان سب سے افضل ہستی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ، ان کی آل، صحابہ کرام پر، اور روز قیامت تک ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

یہ بہت ہی پر مسرت گھڑیاں ہیں کہ میں مصری یونیورسٹیوں کی اساتذہ سے بالعموم اور جامعۃ الازہر کے اساتذہ سے بالخصوص ملاقات کر رہا ہوں، پاکستانی معاشرہ علم و ادب کے میدان میں نام کمانے والے مصری اساتذہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور ہم اس لئے مصر آئے ہیں تاکہ تین اہل علم کو گولڈ میڈل پیش کریں، یہ تینوں حضرات اگرچہ میڈلز سے برتر ہیں لیکن یہ میڈل ہمارے دلوں میں ان حضرات کے احترام کی ایک علامت ہیں۔

امام احمد رضا عظمت والے مصلحین، ادیبوں اور مصنفین میں سے تھے، انہوں نے ایک عظیم علمی اور ادبی خزانہ یادگار چھوڑا ہے، یہ عظیم اسلامی ورثہ پاکستان بنگلہ دیش، ہندوستان، اور انگلینڈ میں بعض اداروں کے قیام سے پہلے گوشۂ گمنامی میں تھا، ان اداروں کا مقصد امام احمد رضا کے عظیم ورثے کو منظر عام تک لانا تھا، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا بھی انہیں اداروں میں سے ایک ہے، جس کی بنیاد سید ریاست علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۰ء میں رکھی، اور یہ ادارہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی نگرانی میں سرگرم عمل ہے، اور بحمد اللہ ہم تھوڑے سے عرصے میں بہت سے اہداف تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے ہیں، ہم

نے امام احمد رضا کی فکر اور حیات سے متعلق کتابیں پاکستان اور بیرون ملک کی اہم لائبریریوں میں رکھوائی ہیں، اس کے علاوہ ہم نے بہت سے مقالہ نگاروں کو امام احمد رضا کی فکر اور زندگی سے متعلقہ مراجع مہیا کئے ہیں، ہم پاکستان میں کچھ عرصہ سے رضویات میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والوں کو گولڈ میڈل پیش کر رہے ہیں، اور آج ہم اس پرمسرت تقریب میں تین مصری اساتذہ کو گولڈ میڈل پیش کر رہے ہیں، یہ میڈل ہمارے دلوں میں ان اساتذہ کی محبت اور عزت کی علامت ہیں، ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے امام احمد رضا کے سلام کو عربی نثر سے عربی شعر میں ڈھالا اور اس کا عربی نثر میں ترجمہ جناب حازم محمد احمد محفوظ صاحب نے کیا، ہم اس عظیم علمی کام پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اس طرح دونوں حضرات نے برصغیر کے ایک عالم کو المنظومة السلامية کے ذریعے عالم عرب تک پہنچا دیا، بلا مبالغہ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے اور امام احمد رضا جو معاصر عرب دنیا میں غیر معروف تھے ایک مرتبہ پھر اپنی معتدل فکر، اور علمی و ادبی کاوشوں کی بنا پر مشہور ہو گئے، اللہ تعالیٰ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔

ہم پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے پاکستانی مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کے مقالے الشيخ احمد رضا خان البريلوی الهندی شاعرا عربیا کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور ہم جناب حازم محمد احمد صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے مصر کے علمی اور ادبی حلقوں میں امام احمد رضا کے تعارف کی ذمہ داری اٹھائی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے، ہم مصری اساتذہ کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا اور ہمیں گرمجوشی سے خوش آمدید کہا، میں خصوصی طور پر الامام الاکبر شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی کا ذکر کروں گا، انہوں نے ملاقات کے دوران بشرط فرصت اس پروگرام میں آنے کا وعدہ بھی کیا تھا، اللہ تعالیٰ انہیں اسلام، مسلمانوں اور ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح ہم پروفیسر ڈاکٹر محمود السید شیخون ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز (برائے طلبا) قاہرہ کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس فیکلٹی میں پروگرام کی اجازت دی، نیز ہم ڈاکٹر فوزی عبد ربہ کے بھی شکر گزار ہیں۔

ہم پاکستانی ایمبیسی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس پروگرام میں چند حضرات کو پاکستانی حکومت اور عوام کے دلوں میں موجود الازہر یونیورسٹی، مصری اہل علم اور مہمان نواز مصری عوام کے متعلق نیک جذبات کے اظہار کے لئے بھیجا، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ — اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اور آخر میں ہم جامعہ ازہر، جامعہ عین شمس، جامعۃ القاہرہ سے تشریف لانے والے اساتذہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اسی طرح ہم تمام حاضرین کے شکر گزار ہیں جنہوں نے تشریف لا کر ہمیں اعزاز بخشا، اور اول و آخر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ صلاۃ و سلام بھیجے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ، آپ کی آل اور صحابہ پر۔

حضرت سید وجاہت رسول قادری کی گفتگو کے بعد ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے اگلے مقرر کے لئے درج ذیل تمہید باندھی: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور پھر الازہر کا احسان ہے، جب بھی الازہر کا ذکر ہوتا ہے مجھے رسول کریم ﷺ کا فرمان یاد آ جاتا ہے، آپ نے فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

اللہ تعالیٰ جس شخص کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فہم عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے الازہر کو خیر سے جو حصہ عطا فرمایا اور مجھے اس عظیم یونیورسٹی کے فرزندوں میں سے ایک بنایا اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ اللہ تعالیٰ کے کرم پر اس کی حمد و ثنا ہے، اللہ تعالیٰ الازہر کی عزت، منفعت اور رفعت کو تمام مسلمانوں کے لئے ہمیشہ سلامت رکھے، اور الازہر کو اس کا فریضہ سرانجام دیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے بے شک وہ

بہت سنتا ہے اور قریب ہے، اب دوسرے مہمان کی باری ہے، میں ان کے ساتھ پہلی ملاقات پر اپنے جذبات بیان کرتا ہوں، وہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو قاہرہ آئے اور اگلے ہی دن میں ان سے ملا تو میں نے ملاقات کی گرمجوشی سے محسوس کیا کہ میں انہیں کئی سالوں سے جانتا ہوں (۱)، اور اگر میں ان سالوں کے عدد کو اتنا بڑھا دوں کہ وہ مجھے بوڑھا ظاہر کردیں تو بھی مبالغہ نہ ہوگا، میں جب ان سے گلے ملا تو میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو طویل عرصہ سے جانتے ہیں، لیکن ملاقات آج ہوئی ہے، میرا اشارہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی طرف ہے جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں، اب ہم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کی گفتگو سنیں گے، ان سے گزارش ہے کہ تشریف لائیں۔

ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس صاحب نے اپنے نیک جذبات ایک ایسے شخص کے حوالے سے بیان کئے جس سے ان کی پہلی ملاقات ہورہی ہے، انہوں نے مجھے دعوت گفتگو دی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے درج ذیل گفتگو کی: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور صلاۃ وسلام ہو سب انبیاء اور رسولوں سے افضل ہستی پر اور

(۱) ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس بہت ہی عمدہ اور نفیس طبیعت کے مالک ہیں، پہلی مرتبہ ہی ایسی محبت سے ملے کہ وہ ملاقات زندگی بھر فراموش نہ ہوسکے گی، انہوں نے عزیزم ممتاز احمد سدیدی کو بھی ہمیشہ بہت شفقت دی ہے، ڈاکٹر صاحب نے اپنے گھر میں ہماری پرتکلف دعوت کی اور جب ہم ان کے گھر گئے تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ایسے لگتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سو سال سے جانتے ہیں لیکن ملاقات بہت عرصے کے بعد آج ہورہی ہے، میں نے جب ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ سے کہا کہ میں اور ممتاز احمد کی والدہ آپ دونوں کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمارے بیٹے کو بہت شفقت دی ہے، تو دونوں نے بیک آواز کہا یہ ہمارا بیٹا بھی تو ہے، عزیزم ممتاز احمد نے بتایا کہ چونکہ ڈاکٹر صاحب پہلی مرتبہ میرے ہی مقالے کے نگران مقرر ہوئے ہیں اس لئے وہ بعض اساتذہ کو میرے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ میرا بھتیجا کا بیٹا ہے، ڈاکٹر صاحب نے شفقت کا حق ادا کردیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو دنیوی اور اخروی کامیابیاں عطا فرمائے۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری

ان کی پاکیزہ آل پر، اور ان کے سب صحابہ پر جو ہدایت کے ستارے ہیں، سب سے پہلے میں تمام ڈاکٹر حضرات کی خدمت میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ اور طلبہ کا سلام پیش کرتا ہوں بالخصوص اپنے استاذ محترم مفتی محمد عبدالقیوم قادری صاحب کا سلام پیش کرتا ہوں، میرے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ میں اس عظیم اور قدیم یونیورسٹی میں ان اساتذہ کے سامنے گفتگو کروں جو اس پروگرام میں تشریف لائے ہیں جو ان تین مصری اساتذہ کی تکریم کے لئے جمع ہوئے ہیں جنہوں نے برصغیر پاک وہند کے شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان پر تحقیقی کام کیا ہے، اور ان کا یہ اقدام عالم اسلام کے مشاہیر کی عزت افزائی ہے، اللہ تعالیٰ ان تینوں حضرات کو امام احمد رضا کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، امام احمد رضا نے بہت سے پاکستانی، بنگلہ دیشی اور ہندوستانی مقالہ نگاروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی ہے، اور ان میں سے کثیر مقالہ نگاروں نے امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کی علمی وادبی کاوشوں پر کام کرکے مذکورہ بالا تینوں ممالک کی یونیورسٹیوں سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، علاوہ ازیں رضویات نے یورپ کی بعض یونیورسٹیوں میں بھی مقبولیت حاصل کی ہے، اور عرب ممالک کا قائد مصر پہلا ملک ہے جہاں اس عظیم شخصیت کی علمی خدمات کا بڑے اہتمام سے جائزہ لیا گیا ہے مصری یونیورسٹیوں میں الازہر نے سب سے پہلے اس شخصیت کے فقہی پہلو اور پھر ادبی پہلو پر تحقیق کا دروازہ کھولا، پہلے ۱۹۹۸ء میں پاکستانی مقالہ نگار مشتاق احمد شاہ صاحب کو فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لا نے فقہ میں ایم فل کی ڈگری دی اور پھر دوسرے پاکستانی مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کو عربی ادب اور تنقید میں فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز سے ایم فل کی ڈگری دی گئی۔

امام احمد رضا اپنے دور کی عبقری اور بے شمار صلاحیتوں کی مالک شخصیتوں میں سے تھے وہ ان قلیل لوگوں میں سے تھے جنہوں نے علمی تحقیقات اور شعری جمالیات کو یکجا کرلیا تھا، ہم جب ان کے علمی ورثے پر نظر دوڑاتے ہیں تو انہیں پچپن علوم وفنون میں ماہر پاتے ہیں، اور اس بات کا اعتراف ان کے ہم عصر علمائے حرمین شریفین نے بھی کیا ہے، اور جب ہم ان

کی شاعری پر نظر دوڑاتے ہیں تو وہ دلوں پر اثر انداز ہونے والے ایک منجھے ہوئے شاعر معلوم ہوتے ہیں، انہوں نے چار زبانوں (عربی، فارسی، اردو، ہندی) میں شاعری کی ہے اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی نعت میں چاروں زبانوں کو اکٹھا کر دیا، ہر شعر کا پہلا حصہ عربی اور فارسی پر جبکہ دوسرا مصرع اردو اور ہندی پر مشتمل تھا، اس نعت میں کوئی تکلف نہیں اور نہ ہی پڑھنے والے کو اکتاہٹ کا احساس ہوتا ہے، مولانا احمد رضا خان کے عربی، فارسی اور اردو میں دیوان ہیں لیکن انہوں نے ہندی میں شاعری کی صلاحیت ہونے کے باوجود اس زبان میں شاعری نہیں کی، اور یہ ان کے بارے میں بہت سی معلومات میں سے تھوڑی سی معلومات ہیں۔

امام احمد رضا کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے امت کی اصلاح اور نشاۃ ثانیہ کے لئے زبردست کوششیں کیں، اسی وجہ سے بڑے بڑے اہل علم کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی، ہم صرف دو شخصیتوں کے تاثرات کا ذکر کرتے ہیں، بہت بڑے اسلامی شاعر ڈاکٹر محمد اقبال ان کے بارے میں کہتے ہیں: وہ بیحد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں انکا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور برصغیر کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہ تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔''

اب ہم ایٹمی سائنسدان، اسلام اور مسلمانوں کے لئے فخر، پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رائے سنتے ہیں، ان کا کہنا ہے: آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا، استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں، اس پرآشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا، جن کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب برپا کر دیا''

وقت کی قلت کے باعث امام احمد رضا کی شخصیت کے متعدد پہلوؤں کے حوالے سے طویل گفتگو ممکن نہیں، بہت سے اہل علم نے امام صاحب کی علمی کاوشوں کے حوالے سے تحقیقات کی ہیں، اور اس وقت بھی اہل علم امام صاحب کی متعدد صلاحیتوں اور دینی اصلاح کے لئے کاوشوں پر کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں ان تینوں مصری اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی شخصیت پر کام کیا، جیسے کہ میں الامام الاکبر شیخ الازہر، پروفیسر ڈاکٹر سید محمد طنطاوی، پروفیسر ڈاکٹر محمود السید شیخون (فیکلٹی ڈین) اور پروفیسر ڈاکٹر فوزی عبدربہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پروگرام کی اجازت دی، اسی طرح میں مصری یونیورسٹیوں کے اساتذہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اس پروگرام میں تشریف لائے، آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سلامتی اور برکتیں نازل ہوں۔

اس کے بعد ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے امام احمد رضا اور مصری امام محمد عبدہ کے درمیان مشابہت بیان کرتے ہوئے کہا: ہم نے مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کی عمدہ گفتگو سنی، جب بھی اصلاح کی طرف امام احمد رضا خان کے رجحان اور دینی اصلاح کو کسی اور اصلاح (ڈاکٹر صاحب کا اشارہ سیاسی اصلاح کی طرف تھا) پر ترجیح دینے کا ذکر ہوتا ہے تو میں امام احمد رضا خان کے نظریئے کو امام محمد عبدہ کے نظریئے سے تشبیہ دیتا ہوں، دونوں ٹھنڈے دل سے سوچتے تھے، دونوں کا خیال تھا کہ امت کے حال زار کی اصلاح کے لئے دینی اصلاح مقدم ہے، جب اس کے دینی امور کی اصلاح ہو جائے گی تو امت اس کے بعد موجودہ (سیاسی) فساد کی اصلاح کے راستے پر خود چل پڑے گی، اس لئے کہ دینی اصلاح دلوں کی دنیا آباد کرنے، روحوں کی تہذیب اور انسانوں کی تربیت کا بہترین اور انتہائی اہم ذریعہ ہے۔

اب ڈاکٹر حسین مجیب مصری کے شاگردوں میں سے ایک فاضل محقق جناب محمود

جیرۃ اللہ نے گفتگو کی اجازت چاہی ہے، ان سے گزارش ہے کہ وہ تشریف لائیں اور اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

اس کے بعد جناب محمود جیرۃ اللہ صاحب نے درج ذیل گفتگو کی: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اور صلاۃ سلام ہو ہمارے آقا رسول اللہ پر، اور آپ کی آل، صحابہ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر، اور علم پر عمل کرنے والوں پر، اور اللہ کے نیک بندوں پر، اے میرے رب امام احمد رضا کی قبر پر رحمتیں نازل فرما، جن کی محبت میں ہم یہاں جمع ہوئے ہیں، سب سے پہلے میں الازہر شریف کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس کی نمائندگی پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی (شیخ الازہر) پروفیسر ڈاکٹر فوزی عبدربہ کر رہے ہیں، میں اپنی طرف سے اور اپنے استاذ محترم پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری کے سب شاگردوں کی طرف سے، پاکستانی ایمبیسی سے تشریف لانے والے مہمانوں اور سید وجاہت رسول قادری، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری کو خوش آمدید کہتا ہوں، اللہ تعالی ان کی عزت وعظمت میں اضافہ فرمائے، مجھے آج کے دن بہت خوشی ہے کہ تین اساتذہ کی عزت افزائی کی جارہی ہے، پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری، ڈاکٹر رزق مری ابو العباس اور ہمارے فاضل بھائی جناب حازم محمد جن کے ساتھ مجھے چند سالوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہے، میں نے انہیں امام احمد رضا خان کے حوالے سے ایک مقالہ پیش کیا ہے، میں نے امام صاحب کو ایک فقیہ کے طور پر جانا ہے، میرے خیال میں امام صاحب بہت بڑے فقیہ تھے اور انہوں نے اپنے فتاوی کی صورت میں ایک عظیم فقہی ورثہ چھوڑا ہے جس پر ہمارے عرب بھائیوں کو مطلع ہونا چاہیئے، یہ ضخیم فتاوی بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور ان تمام مسائل پر مشتمل ہے جو لوگوں کی زندگی اور آخرت سے متعلق ہیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حضرت مولانا کی علمی خدمات کے سلسلے میں ان پر بے بہا رحمت فرمائے، اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے نیک جزا عطا فرمائے۔

مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کی عزت افزائی میری ذاتی

عزت افزائی ہے اور ڈاکٹر صاحب کے تمام شاگردوں کی تکریم ہے، یہ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کے سینے پر ایک نیا میڈل ہے، اس سے پہلے کتنے ہی میڈل ان کے سینے پر سجے ہوئے ہیں، میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے علم وفہم اور اخلاق میں برکتیں عطا فرمائے۔

میں نے ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کے حوالے سے جو کچھ کہا وہ صرف اس لئے کہا کہ ان کی ماضی میں بھی علمی ادبی اور اخلاقی قدر ومنزلت تھی اور اب بھی ہے، اور ان کی قدر ومنزلت پر ہر اس شخص کو ناز ہے جس نے ان کی شاعری یا علمی کاموں پر تحقیق کی ہے، وہ اس تکریم بلکہ اس سے زیادہ کے مستحق ہیں، میں اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا ہوں، میرے خیال میں ہمارے زمانے کے اہل علم کے حالات ابتر ہیں، میں اساتذہ کرام سے گزارش کروں گا کہ وہ اس طرح کے پروگرام منعقد کریں، اور اساتذہ کو بھی چاہئے کہ وہ ہمیشہ علمی اور اخلاقی قدروں کے امین ہوں، اور انہیں چاہئے کہ وہ اپنے شاگردوں سے محبت کریں، اور پوری کوشش کریں کہ ان کے پیچھے علماء کی نسلیں تیار ہوں، جیسے کہ میں اپنے طالب علم بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ بھی اپنے عظیم اساتذہ کی عزت کریں، ہمارے زمانے میں کتنے ہی ایسے عظیم اور جلیل القدر نام ہیں جنہوں نے علم کی خدمت کی اور ان کے علمی کام ابھی تک بہترین شمار کئے جاتے ہیں لیکن ان کی توہین کی جاتی ہے، جیسے کہ ڈاکٹر رزق مری صاحب نے فرمایا کہ اہل علم دھیمے پن میں بحث کیا کرتے تھے، اور یہ شخصیات دھیمے پن کے ساتھ ہی متصف تھیں، اسی لئے انہوں نے بڑے عظیم اثرات چھوڑے، اور اب تک بہت سے لوگ انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، اس لئے ہم اپنے طالب علم بھائیوں سے گزارش کریں گے کہ اساتذہ کی عزت کریں جو کہ عصر حاضر میں کم ہوتی جارہی ہے، اور اپنی گفتگو کے آخر میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا کہ مجھے اپنے جذبات کے اظہار کا موقع دیا، اللہ تعالی آپ سب کو توجہ سے گفتگو سننے پر جزائے خیر عطا فرمائے، آپ سب پر اللہ تعالی کی سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔

اس طرح جناب محمود جیرۃ اللہ نے اپنی گفتگو ختم کی، پھر ڈاکٹر رزق مرسی صاحب نے آخری مقرر کو گفتگو کی دعوت دیتے ہوئے کہا: میں محمود جیرۃ اللہ صاحب کو اطمینان دلاتا ہوں کہ استاذ اور شاگرد میں علم کا رشتہ ابھی تک موجود ہے، اگر محمود جیرۃ اللہ صاحب ہمارے ساتھ ممتاز احمد سدیدی کے مقالہ برائے ایم فل کے مناقشے میں موجود ہوتے تو دیکھتے کہ ممتاز احمد سدیدی نے ہمارے استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد السعدی فرہود کے بارے میں "دادا استاذ"(۱) کہا، کیونکہ وہ میرے استاذ ہیں میں فیکلٹی آف عربک لینگویج میں ان کا شاگرد تھا، یعنی میں ڈاکٹر محمد السعدی فرہود کا تیس سال پہلے کا شاگرد ہوں، مجھے اب تک ان کی استاذیت، پدری شفقت اور لطف وکرم یاد ہے، میں ان کے احسانات کا شمار نہیں کرسکتا، اور میں تو ان بہت سے لوگوں میں سے ایک ہوں جنھیں ڈاکٹر محمد السعدی فرہود نے سرفراز کیا، حتی کہ جب ہم اس پروگرام کی تاریخ طے کر رہے تھے تو ہمارے استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمود الشیخون کا خیال تھا کہ یہ پروگرام منگل کے روز ہو، اور جب دن اور وقت طے کرچکے تو ہمیں پتہ چلا کہ اس دن تو ڈاکٹر محمد السعدی ایک مناقشے کے لئے منصورہ(۲) میں ہوں گے، لہٰذا ہم نے طے کیا کہ پروگرام بدھ کے روز ہوتا کہ ہم استاذ محترم کی موجودگی سے شادکام ہوسکیں، لیکن وہ ہمارے درمیان اپنی فکر، علمی سخاوت اور اپنے شاگردوں پر اپنی شفقت کے ساتھ موجود ہیں(۳) میرے بھائی جیرۃ اللہ ہماری فیکلٹی ابھی تک استاذ اور شاگرد کے رشتے کی لاج رکھے ہوئے ہے، اور یہ روایت ہماری فیکلٹی کے سر کا تاج ہے، فیکلٹی کا ہر استاذ طلبہ کو اپنی اولاد گمان کرتا ہے، اور اگر کسی طالب علم کو رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے تو استاذ اسے الگ ٹائم بھی دے دیتا ہے، اور میں فیکلٹی کے کئی اساتذہ کو جانتا ہوں جو اپنے شاگردوں کی رہنمائی کرتے ہیں

(۱) عرب حضرات کے ہاں اس اصطلاح کے استعمال کا رواج نہیں ہے، اس لئے جب راقم الحروف نے یہ اصطلاح استعمال کی تو استاذ محترم ڈاکٹر رزق مرسی صاحب نے بہت مسرت اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا (ممتاز احمد سدیدی)

(۲) منصورہ مصری اضلاع میں سے ایک اہم ضلع ہے۔

(۳) پروفیسر ڈاکٹر محمد السعدی فرہود خرابی صحت کی وجہ سے پروگرام میں تشریف نہیں لاسکے تھے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہمیشہ علم اور اپنے فضل وکرم سے مالا مال فرمائے۔ اور ہمارے درمیان اس تعلق کو باقی رکھے جو اہل کو جمع کرتا ہے، اسلام اور علم (رحم مادر کی طرح) دو رحم ہیں جو اپنے اہل کو جمع کرتے ہیں، اب ہم "بساتین الغفران" کے محقق کی لطیف گفتگو سنیں گے، موصوف ہم سے پہلے مولانا احمد رضا کے شعر سے شادکام ہوئے، اور یہ ایک حقیقت ہے، ہم چاہیں گے کہ اپنے سعادتمند بیٹے(۱) حازم محمد احمد کی گفتگو سنیں:

ڈاکٹر رزق مرسی صاحب کی اس گفتگو کے بعد جناب سید حازم محمد احمد صاحب نے درج ذیل گفتگو کی: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور انتہائی رحم والا ہے، پروفیسر ڈاکٹر فوزی عبدربہ، اور محترم اساتذہ کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں اپنی گفتگو کے آغاز میں اپنے تمام اساتذہ کو خوش آمدید کہتا ہوں، خصوصاً ڈاکٹر فوزی عبدربہ صاحب کو جنہوں نے اس پروگرام کی اجازت دی۔

میں اسلامی جمہوریہ پاکستان سے آنے والے اپنے مہمان اساتذہ کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں، اپنے عظیم استاذ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کو جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں جہاں مجھے حاضر ہونے اور پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، اسی طرح سید وجاہت رسول قادری صاحب کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں، جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر ہیں، میں پچھلے سال (۱۹۹۸ء میں) ادارہ کی طرف سے منعقد کی گئی امام احمد رضا کانفرنس میں حاضر ہوا تھا۔

الازہر شریف کو بلاشبہ ہمہ جہت قیادت حاصل ہے، اور اسلامی دنیا کی نامور شخصیات کو اسلامی دنیا اور مصر میں متعارف کروانے کا سہرا ازہری علماء کے سر سجتا ہے، میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں کہ اس نے مجھے امام احمد رضا خان کا تعارف کروانے کی توفیق عطا فرمائی

(۱) یہاں مصر میں طلبا اپنے اساتذہ کو "الاب الروحی" روحانی باپ کہہ دیتے ہیں، اور اسی نسبت سے اساتذہ بھی اپنے شاگردوں کو بیٹا کہہ لیتے ہیں، اس کے علاوہ طلبہ اور جونیئر اساتذہ بھی سینئر اساتذہ کو "استاذنا الدکتور" (ہمارے استاذ) کہہ کر پکارتے ہیں۔

میں نے ۱۹۹۰ء میں جب میں پاکستان تھا امام صاحب کا عربی دیوان ''بساتین الغفران'' کے نام سے مرتب کیا جس پر مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی نے مقالہ لکھ کر امام صاحب کی فکر اور شاعری کو اجاگر کیا۔

ہم ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کا احسان نہیں بھول سکتے کہ انہوں نے امام احمد رضا خان کا تعارف عام کرنے میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا، اور سلام رضا کے عربی نثری ترجمہ کو نظم کے سانچے میں ڈھالنے کی ذمہ داری اپنے کندھے پر لی اور پھر ایک سو ستر ۱۷۰ اشعروں میں سلام رضا کو ''المنظومة السلامية في مدح خير البرية'' کے نام سے آسان اور عام فہم عربی میں عربوں اور پاکستان میں عربی سمجھنے والوں کے سامنے پیش کیا، المنظومة السلامية ہمارے جلیل القدر استاذ ڈاکٹر حسین مجیب مصری کا جلیل القدر شاہکار ہے، اور اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں استاذ محترم کی کوشش کا عمل دخل زیادہ شامل ہے۔

ہم امام احمد رضا کا تعارف عام کرنے میں ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب کا عظیم کردار بھی فراموش نہیں کر سکتے، انہوں نے ازرو شفقت امام احمد رضا کی عربی شاعری کے حوالے سے لکھے جانے والے مقالے کی نگرانی قبول فرمائی، اور یہ مقالہ پانچ سو سے زیادہ صفحات میں مکمل ہوا، یہ مقالہ بلاشبہ ایک عظیم کام ہے، اور اس کا سہرا ہمارے استاذ ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس کے سر بجتا ہے۔

امام احمد رضا کا چرچا عام کرنے میں جو کردار میں نے ادا کیا وہ کچھ زیادہ نہیں ہے،(۱) امام احمد رضا پاکستان اور ہندوستان کی نمایاں شخصیات میں سے ہیں، مصری یونیورسٹیوں، الازہر الشریف، عین شمس، قاہرہ، اسکندریہ اور دیگر جامعات کے مقالہ نگاروں کو امام صاحب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، امام احمد رضا خان کا علمی ورثہ متنوع ہے، ان کی تحریریں کئی زبانوں میں ہیں، انہوں نے عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں لکھا، اور یہ تنوع مقالہ نگاروں کو بھی تنوع مہیا کرے گا، اور انہیں اس عظیم اسلامی ورثے کا تعارف کروانے کا

(۱) یہ ڈاکٹر سید حازم محمد کی تواضع اور انکساری ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت عطا فرمائے۔

موقع دے گا، ہم امام احمد رضا کا مزید تعارف حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہم مصری جامعات کے مقالہ نگاروں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس امام کی فکر، کردار اور تالیفات کا تعارف عام کریں۔

میں پاکستانی ایمبیسی سے آنے والے حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے پروگرام کو شرف بخشا، میں عظیم استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا تعاون فراموش نہیں کر سکتا، اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، اور اس عظیم جامعہ کے اساتذہ کا تعاون بھی ناقابل فراموش ہے، اور جس نے بھی ہمارے ساتھ تعاون کیا، اور ہمیں کتابیں دی ہیں، یا بھیجی ہیں، ان کتابوں نے ہمیں اور سب محققین کو امام احمد رضا کے بارے میں بہت کچھ جاننے میں مدد دی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں مزید علمی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جن کے ذریعے ہم اس عظیم امام کے ذکر کو تابندہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو اور ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور آپ سب پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل ہوں۔

اس طرح اظہار خیال کا سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا اور ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے درج ذیل گفتگو شروع کی: ہمارے لئے سعادت کی بات ہے کہ ہم پروگرام کے آخر میں ایک دفعہ پھر سب حضرات کو خوش آمدید کہیں، اور وہ عربی زبان جو اپنی تمام تر لطافت، آسانی اور روانی کے ساتھ کانوں سے پہلے دلوں میں جگہ بناتی ہے، مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے یوں گویا ہے: ''ہم نے پاکستانی مفکرین کے بارے میں ترجمہ کے ذریعے بہت کچھ جانا لیکن آپ کے بارے میں ترجمہ کے ذریعے بھی جانا اور براہ راست اس عام فہم عربی کے ذریعے بھی جانا جسے آپ نے تحریر کیا'' ہم نے مولانا کو کسی مترجم کے بغیر براہ راست جانا ہے اس لئے عربی زبان امام احمد رضا کی فکر، فقہ اور علم کو سلام پیش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ان پر وسیع رحمت نازل فرمائے، شاید ہم دوبارہ امام احمد رضا کے علاوہ کسی اور پاکستانی شخصیت کی فکر یا شعر کے حوالے سے ملاقات کریں(۱) اور یہ ملاقات غالباً جلد ہوگی، میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔(۲)

پروگرام کے خاتمے پر پاکستانی ، بنگلہ دیشی اور ہندوستانی طلبہ نے سلام رضا کے بعض اشعار بڑی روحانی کیفیت کے ساتھ پڑھے، اور دعا کے ساتھ امام احمد رضا کی فکر اور شخصیت کے متعلق مصر اور الازہر شریف میں ہونے والا پہلا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا، امام احمد رضا خان کا شمار ہندوستان کے عظیم مصلحین میں سے ہوتا ہے، اور انہیں تصوف کی نمایاں شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی وسیع جنتوں میں جگہ عطا فرمائے اور ان پر اپنی لامحدود رحمتیں نازل فرمائے۔

دعا کے بعد امام احمد رضا خان اور مسلمانوں میں علم کا نور بانٹنے والے ان تمام علما کے لئے فاتحہ پڑھی گئی جو فانی دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں، اور میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی مسلمان علماء کے لئے فاتحہ پڑھیں۔ شکریہ

☆☆☆☆

---

(۱) اگرچہ امام احمد رضا خان بریلوی کا مزار مبارک ہندوستان کے صوبے "یو۔پی" کے شہر بریلی میں ہے لیکن غالباً پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے اس اعتبار سے انہیں پاکستانی مفکر قرار دیا ہے کہ امام صاحب نے دوقومی نظریہ کی حمایت اور متحدہ قومیت کی مخالفت کی تھی، اور اسی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ہی پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ (مترجم)

(۲) اس کے بعد تینوں اساتذہ کو میڈل پہنائے گئے، ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کو جناب مفتی منیر (پاکستانی ایمبیسی طلبہ امور کے انچارج) نے پہنایا، ڈاکٹر رزق مرسی صاحب کو سید وجاہت رسول قادری صاحب نے میڈل پہنایا، جبکہ جناب حازم محمد احمد صاحب کو والد گرامی مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری نے میڈل پہنایا۔ (مترجم)

کلام الامام، امام الکلام

کیا ہی ذوق افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ واہ

قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ

خامۂ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ

کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے

ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضاؔ

اُن سگانِ کُو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت عاشقِ رسول
شاہ احمد رضا محدث بریلوی